بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصول حدیث

افادات

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

امیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

رابطہ: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

فون نمبرز: 048-3881487, 0321-6353540, 0335-7500510

ای میل: markazhanfi@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصول حدیث

از افادات متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

اصول حدیث کے متعلق ایک مقدمہ، دس فصلیں بیان کی جائیں گی اور ایک خاتمہ بیان کیا جائے گا۔

مقدمہ

حدیث کا معنی:

لغوی معنی:

حدیث کا لغوی معنی "جدید" اور "نیا" ہے۔ اس لفظ کے مقابل لفظ "قدیم" استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاحی معنی:

1: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (748ھ) حدیث کی شرعی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ما یضاف إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکانہ أرید بہ مقابلۃ القرآن لأنہ قدیم

(فتح الباری: ج1 ص193)

ترجمہ: جس چیز کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو اسے "حدیث" کہتے ہیں۔ گویا قرآن جو کہ قدیم ہے اس کے مقابل کے طور پر اسے حدیث کہا جاتا ہے۔

2: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الحدیث اعم من ان یکون قولَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم او الصحابی او التابعی، و فعلَہم و تقریرَہم۔

(شرح المشکوٰۃ للطیبی: ج1 ص5،4)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابی یا تابعی کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

فائدہ: حدیث کی تعریف میں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ آگے حدیث کی اقسام بیان کرتے ہوئے موقوف و مقطوع (جو یقیناً صحابی یا تابعی کے قول، فعل یا تقریر ہوتے ہیں) کو بھی حدیث شمار کیا گیا ہے جو دلیل ہے کہ حدیث کی تعریف میں توسع ہے۔

وجہ تسمیہ حدیث:

1: علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وکانہ أرید بہ مقابلۃ القرآن لأنہ قدیم۔ (فتح الباری: ج1 ص193)

کہ قرآن جو کہ قدیم ہے اس کے مقابل کے طور پر اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب چیز) کو حدیث کہا جاتا ہے۔

2: شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِن اطلاق الحدیث علیٰ ما یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقتبس من قولہ تعالیٰ: ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کسی قول پر حدیث کا لفظ بولنا اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ سے مستعار ہے۔

فائدہ: اس لفظ "حدیث" کا ثبوت خود روایات میں بھی ملتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسئلہ پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوال کے جواب میں فرمایا:

لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ أَنْ لَا یَسْأَلَنِی عَنْ هَذَا الْحَدِیثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَی الْحَدِیثِ۔

(صحیح البخاری: کتاب العلم باب الْحِرْصِ عَلَی الْحَدِیثِ)

ترجمہ: اے ابو ہریرہ! میرا یہی گمان تھا کہ اس حدیث کے بارے میں سب سے پہلے آپ ہی مجھ سے سوال کریں گے، اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ حدیث کے بارے میں آپ کا ذوق و شوق بہت زیادہ ہے۔

فائدہ: دیگر الفاظ مستعملہ

لفظ "حدیث" کے ساتھ دیگر الفاظ مثلاً "خبر" اور "اثر" بھی استعمال ہوتے رہے ہیں۔ بعض حضرات کے ہاں یہ الفاظ مرادف ہیں، تاہم بعض حضرات نے ان میں کچھ فرق کیا ہے۔

خبر:

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

الخبر عند علماء هذا الفن مرادف للحدیث فیطلقان علی المرفوع و علی الموقوف و المقطوع وقیل: الحدیث ما جاء عن رسول الله صلی الله علیه وسلم و الخبر ما جاء عن غیره قیل: بینهما عموم و خصوص مطلق فكل حدیث خبر و لا عكس

(قواعد فی علوم الحدیث: ص24، 25)

ترجمہ: علماء اصول حدیث کے ہاں خبر حدیث کے مرادف ہے اس لیے دونوں کا اطلاق مرفوع، موقوف اور مقطوع پر ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو وہ حدیث ہے اور جو آپ کے علاوہ کسی اور (صحابی یا تابعی) سے ثابت ہو وہ خبر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث اور خبر میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر حدیث تو خبر ہے لیکن ہر خبر حدیث نہیں۔

اثر:

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والمحدثون یسمون المرفوع و الموقوف بالاثر وفقهاء خراسان یسمون الموقوف بالاثر و المرفوع بالخبر و الحدیث۔

(قواعد فی علوم الحدیث: ص25)

ترجمہ: محدثین حضرات مرفوع اور موقوف کو اثر کہتے ہیں اور خراسان کے فقہاء موقوف کو اثر اور مرفوع اور خبر اور حدیث کہتے ہیں۔

اصول حدیث:

تعریف علم اصول حدیث:

علمِ اصول حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے سے حدیث کے احوال معلوم کیے جائیں۔

موضوع

علمِ اصول حدیث اس کا موضوع حدیث ہے۔

غرض وغایت

علمِ اصول حدیث کی غایت یہ ہے کہ حدیث کے احوال معلوم کر کے مقبول پر عمل کیا جائے اور غیر مقبول سے بچا جائے۔

حدیث کی تقسیم

بنیادی طور پر حدیث کی دو قسمیں ہیں: ۱)خبر متواتر ۲)خبر واحد

1:خبر متواتر

وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال سمجھے۔(قواعد فی علوم الحدیث: ص31)

2:خبر واحد

خبرِ واحد وہ ہے جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں۔

فائدہ: خبرِ واحد کو مختلف جہات سے مختلف قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلی تقسیم: باعتبار منتہیٰ کے

اس اعتبار سے خبرِ واحد کی تین قسمیں ہیں:

1)مرفوع 2)موقوف 3)مقطوع

1:مرفوع

وہ حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

2:موقوف

وہ حدیث جس میں صحابی کے قول، فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

3:مقطوع

وہ حدیث جس میں تابعی کے قول، فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

دوسری تقسیم: باعتبار عدد رواۃ کے

عددِ روات کے اعتبار سے خبر واحد کی تین قسمیں ہیں:

1)مشہور 2)عزیز 3)غریب

مشہور:

وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانہ میں تین سے کم کہیں نہ ہوں۔ اس کو "مستفیض" بھی کہتے ہیں۔

عزیز:

وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانہ میں دو سے کم کہیں نہ ہوں۔

غریب:

وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو۔ اس کو "فرد" بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: حدیث غریب کی ایک اور تعریف: "جس حدیث میں ایسے مغلق اور پیچیدہ الفاظ استعمال کئے گئے ہوں جن کا معنیٰ عام فہم نہ ہو"۔

تیسری تقسیم: باعتبار صفاتِ رواۃ کے

صفاتِ رواۃ کے اعتبار سے خبرِ واحد کی سولہ قسمیں ہیں:

1) صحیح لذاتہ 2)حسن لذاتہ 3)ضعیف 4) صحیح لغیرہ 5)حسن لغیرہ 6)موضوع 7)متروک
8)شاذ 9) محفوظ 10)منکر 11)معروف 12)معلل 13)مضطرب 14)مقلوب 15)مصحف
16)مدرج

1) صحیح لذاتہ

وہ حدیث ہے جس کے سارے راوی عادل، کامل الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو، معلل و شاذ ہونے سے محفوظ ہو۔

2)حسن لذاتہ

وہ حدیث ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو، باقی ساری شرائط صحیح لذاتہ کی موجود ہوں۔

3)ضعیف

وہ حدیث ہے جس میں حدیث صحیح اور حسن کے شرائط نہ پائے جائیں۔

4) صحیح لغیرہ

اس حدیث حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

5)حسن لغیرہ

اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

6)موضوع

وہ حدیث ہے جس کے راوی پر حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہو یا جو کسی نے خود بنا کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کر دی ہو۔

7)متروک

وہ حدیث جس کا راوی متہم بالکذب ہو یا وہ روایت قواعد معلومہ فی الدین کے مخالف ہو۔

8)شاذ

وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعت ثقہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں۔

9) محفوظ

وہ حدیث ہے جو شاذ کے مقابل ہو۔

10)منکر

وہ حدیث ہے جس کا راوی ضعیف ہونے کے باوجود جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے۔

11)معروف

وہ حدیث ہے جو منکر کے مقابل ہو۔

12)معلل

وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت خفیہ ہو جو صحت حدیث میں نقصان دیتی ہے۔اس کو معلوم کرنا ماہر فن ہی کا کام ہے ہر شخص کا کام نہیں۔

13)مضطرب

وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

14)مقلوب

وہ حدیث ہے جس میں بھول سے سند یا متن میں تقدیم یا تاخیر واقع ہو گئی ہو،یعنی لفظ مقدم کو مؤخر یا مؤخر کو مقدم کر دیا گیا ہو یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔

15)مصحف

وہ حدیث ہے جس میں صورت خطی باقی رہنے کے باوجود نقطوں، حرکتوں اور سکونوں کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے۔

16)مدرج

وہ حدیث ہے جس میں کسی جگہ راوی اپنا کلام داخل کر دے اور یہ گمان ہو کہ یہ کلام حدیث ہی ہے۔

چوتھی تقسیم: باعتبار سقوط وعدم سقوط راوی کے

اس اعتبار سے خبرِ واحد کی سات اقسام ہیں:

۱)متصل ۲)مسند ۳)منقطع ۴)معلق ۵)معضل ۶)مرسل ۷)مدلس

۱)متصل

وہ حدیث ہے جس میں راوی پورے مذکور ہوں۔

۲)مسند

وہ حدیث ہے کہ جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

۳)منقطع

وہ حدیث ہے جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے راوی گرا ہوا ہو۔

۴)معلق

وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں سے ایک یا کثیر راوی گرے ہوئے ہوں۔

۵)معضل

وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے در پے گرے ہوئے ہوں۔

۶)مرسل

وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر میں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔

۷)مدلس: وہ حدیث ہے جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ کے شیخ کا نام چھپا لیتا ہو۔

فصل نمبر 1

یہ باب عین ممکن ہے کہ حدیث کا راوی ایک محدث کے ہاں ثقہ ہو اور دوسرے کے ہاں ضعیف، اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک حدیث ایک محدث کے ہاں صحیح قرار پائے اور دوسرے کے ہاں ضعیف۔ یہ موقف مندرجہ ذیل آراء سے ثابت ہوتا ہے۔

1: امام ترمذی [م ۲۷۹ھ] لکھتے ہیں:

حديث أبي هريرة قد روى عنه من غير هذا الوجه، وقد تكلم بعض أهل العلم في أبي معشر من قبل حفظه واسمه نجيح مولى بن هاشم قال محمد: لا أروى عنه شيئا وقد روى عنه الناس.

(جامع الترمذی: باب ما بین المشرق والمغرب قبلۃ)

2: امام نووی [م ۶۷۶ھ] فرماتے ہیں:

عاب عائبون مسلما بروايته في صحيحه عن جماعة من الضعفاء. ...ولا عيب عليه في ذلك بل جوابه من أوجه... ذكرها الشيخ الامام أبو عمرو بن الصلاح رحمه الله أحدها أن يكون ذلك فيمن هو ضعيف عند غيره ثقة عنده ولا يقال الجرح مقدم على التعديل لان ذلك فيما اذا كان الجرح ثابتا مفسر السبب والا فلا يقبل الجرح اذا لم يكن كذا.

(شرح مسلم للنووی: مقدمۃ)

3: علامہ ابن تیمیہ [م ۷۲۸ھ] فرماتے ہیں:

وليعلم أنه ليس أحد من الأئمة المقبولين عند الأمة قبولا عاما يتعمد مخالفة رسول الله صلى الله عليه وسلم في شيء من سنته، دقيق ولا جليل، فإنهم متفقون اتفاقا يقينيا على وجوب اتباع الرسول ......ولكن إذا وجد لواحد منهم قول قد جاء حديث صحيح بخلافه فلا بد له من عذر في تركه.

(رفع الملام عن الائمۃ الاعلام: ص9)

پھر ان اسباب و اعذار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

السبب الثالث: اعتقاد ضعف الحديث باجتهاد قد خالفه فيه غيره .... ولذلك أسباب: منها: أن يكون المحدث بالحديث يعتقده أحدهما ضعيفا، ويعتقده الآخر ثقة. ومعرفة الرجال علم واسع... وللعلماء بالرجال وأحوالهم في ذلك من الإجماع والاختلاف مثل ما لغيرهم من سائر أهل العلم في علومهم.

(رفع الملام عن الائمۃ الاعلام: ص18، 19)

4: حافظ ابن حجر عسقلانی [م ۸۵۲ھ] لکھتے ہیں:

وتعقب ذلك بن القطان فقال ليس خطأ بن عيينة فيه بمتعين...قلت تعليل الأئمة للأحاديث مبني على غلبة الظن فإذا قالوا أخطأ فلان في كذا لم يتعين خطؤه في نفس الأمر بل هو راجح الاحتمال فيعتمد.

(فتح الباری لابن حجر: ج1 ص585، باب اثم المار بین یدی المصلی)

فصل نمبر 2: تصحیح و تحسینِ روایت کے چند اصول

[۱]: روایت کی تصحیح و تضعیف سے مراد صحت کی شرائط کا پایا جانا یا مفقود ہونا ہے، نفس الامر میں صحیح یا ضعیف ہونا لازمی نہیں۔

علامہ سیوطی [م ۹۱۱ھ] فرماتے ہیں:

(وإذا قيل) هذا حديث (صحيح فهذا معناه) أي ما اتصل سنده مع الأوصاف المذكورة فقبلناه عملا بظاهر الاسناد (

لا أنه مقطوع به) فی نفس الأمر لجواز الخطأ والنسیان علی الثقة..... (وإذا قیل) هذا حدیث (غیر صحیح) لو قال ضعیف لکان أخصر (فمعناه لم یصح إسناده) علی الشرط المذکور لا أنه کذب فی نفس الأمر لجواز صدق الکاذب وإصابة من هو کثیر الخطأ.

(تدریب الراوی للسیوطی: ص75)

[۲]: مجتہد کا استدلال واحتجاج حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔

1: علامہ ابن الہمام [م ۸۵۵ھ] فرماتے ہیں:

المجتهد اذا استدل بحدیث کان تصحیحاً له۔

(التحریر لابن الہمام بحوالہ رد المحتار: ج7 ص83)

2: حافظ ابن حجر عسقلانی [م ۸۵۲ھ] فرماتے ہیں:

وقد احتج بهذا الحدیث احمد وابن المنذر وفی جزمهما بذالك دلیل علی صحته عندهما۔

(التلخیص الجبیر لابن حجر، ج:2، ص:143 تحت رقم الحدیث 807)

3: علامہ زاہد الکوثری [م ۱۳۷۱ھ] فرماتے ہیں:

و معلوم ان استدلال المجتهد بحدیث تصحیح له۔ (التعلیق علی "شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمی" للکوثری: ص۵۶)

4: محدث وفقیہ علامہ ظفر احمد عثمانی [۱۳۹۴ھ] فرماتے ہیں:

فی جزم کل مجتهد بحدیث دلیل علی صحته عندهٗ. (قواعد فی علوم الحدیث، ص:58)

5: زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

ضیاء مقدسی نے المختارہ میں یہ اثر لا کر اپنے نزدیک اس کا صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے۔ (تعداد رکعات قیام رمضان: ص۲۳)

[۳]: تلقی امت بالقبول سے حدیث درجہ صحت کو پالیتی ہے۔

1: امام جلال الدین سیوطی [۹۱۱ھ] فرماتے ہیں:

قال بعضهم یحکم للحدیث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح.

(تدریب الراوی: ص29)

2: مزید فرماتے ہیں:

قال ابن عبد البر فی الاستذکار لما حکی عن الترمذی ان البخاری صحح حدیث البحر هو الطهور ماؤه و اهل الحدیث لا یصححون مثل اسناده لکن الحدیث عندی صحیح لان العلماء تلقوه بالقبول.

(تدریب الراوی:29)

3: شرح نظم الدرر میں فرماتے ہیں:

المقبول ما تلقاه العلماء بالقبول و ان لم یکن له اسناد

(شرح نظم الدرر:)

4: امام شافعیؒ [م ۲۰۴ھ] فرماتے ہیں:

حدیث لا وصیه لوارث إنه لا یثبته أهل الحدیث ولکن العامه تلقته بالقبول وعملوا به حتی جعلوه ناسخا لآیه الوصیه له۔

(فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی ج1 ص289)

[۴]: حدیث کا صحیحین میں پایا جانا اس کی وجوہِ ترجیح میں سے نہیں۔

ا: یہ ضروری نہیں کہ صحیح حدیث صرف صحیحین میں ہو گی بلکہ ان کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی پائی جاسکتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ خود حضرات شیخین نے تمام صحیح احادیث کو جمع نہیں کیا بلکہ کافی صحیح احادیث اپنی صحیح میں نہیں لائے۔ امام بخاری [م ۲۵۶ھ] رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ما أدخلت فی کتابی الجامع إلا ما صح وتر کت من الصحاح لملال الطول۔ (مقدمہ ابن الصلاح: ص ۲۰)

امام مسلم [م ۲۶۱ھ] فرماتے ہیں:

لیس کل شیء عندی صحیح وضعته ههنا - یعنی فی کتابه الصحیح - إنما وضعت ههنا ما أجمعوا علیه

قلت [ابن الصلاح]: أراد - والله أعلم - أنه لم یضع فی کتابه إلا الأحادیث التی وجد عنده فیها شرائط الصحیح المجمع علیه وإن لم یظهر اجتماعها فی بعضها عند بعضهم

(مقدمہ ابن الصلاح: ص ۲۰)

حضرات شیخین کی اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ میں بھی حدیث صحیح ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اب حافظ ابن الصلاح [م ۶۴۳ھ] کا یہ دعویٰ کہ "صحیح حدیث کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہو" ٹوٹتا نظر آتا ہے۔

۲: حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ بن عثمان الحازمی [م ۵۸۴ھ] نے ایک کتاب لکھی ہے: "الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار"، اس میں "باب الترجیحات" میں ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دینے کے لیے پچاس وجوہ بیان کی ہیں لیکن ان میں ایک وجہ بھی ایسی نہیں کہ اگر حدیث بخاری و مسلم میں ہو تب ترجیح پائے گی، بلکہ ام کی تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ ترجیح کے لیے نفسِ روات کو دیکھا جائے گا نہ کہ مخرِجین اصحابِ کتب کو۔

۳: علامہ ابن کثیر دمشقی [م ۷۷۴ھ] نے مقدمہ ابن الصلاح کا اختصار لکھا "اختصار فی علوم الحدیث" کے نام سے، لیکن اس وجہ ترجیح کو انہوں نے ذکر نہیں کیا بلکہ اس بات کی تصریح کی کہ:

یوجد فی مسند الإمام أحمد من الأسانید والمتون شیء کثیر مما یوازی کثیراً من أحادیث مسلم، بل والبخاری أیضاً، ولیست عندهما، ولا عند أحدهما، بل ولم یخرجه أحد من أصحاب الکتب الأربعة، وهم: أبو داود، والترمذی، والنسائی، وابن ماجة.

و کذلك یوجد فی معجمی الطبرانی الکبیر والأوسط، ومسندی أبی یعلی والبزار، وغیر ذلك من المسانید والمعاجم والفوائد والأجزاء: ما یتمکن المتبحر فی هذا الشأن من الحکم بصحة کثیر منه، بعد النظر فی حال رجاله، وسلامته من التعلیل المفسد.

(اختصار فی علوم الحدیث: ص ۲)

۴: علامہ ابن الہمام [م ۸۵۵ھ] نے علامہ ابن الصلاح کی اس بات کو تحکم قرار دیا ہے، فتح القدیر میں باب النوافل کے تحت لکھتے ہیں:

و کون معارضه فی البخاری لا یستلزم تقدیمه بعد اشتراکهما فی الصحة بل یطلب الترجیح من خارج وقول من قال أصح الأحادث ما فی الصحیحین ثم ما انفرد به البخاری ثم ما انفرد به مسلم ثم ما اشتمل علی شرطهما من غیرهما ثم ما اشتمل علی شرط أحدهما تحکم لا یجوز التقلید فیه إذ الأصحیة لیس إلا لاشتمال رواتهما علی الشروط التی اعتبراها فإذا فرض وجود تلك الشروط فی رواة حدیث فی غیر الکتابین أفلا یکون الحکم بأصحیة ما فی الکتابین عین التحکم.

(ج ۱ ص ۴۴۵)

اگر اصحیت مراد ہو تو وہ کس معنی میں ہو گی؟ اس کے بارے میں مولانا عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واما اطلاق بعض الحفاظ علی واحد من الصحیحین او غیرهما بانه اصح کتب الحدیث فهو من باب اطلاق اصح الاسانید علی بعض الاسانید او یصح ذلك من حیث المجموعیة دون کل فرد فرد من الاحادیث۔

(الامام ابن ماجۃ وکتابہ السنن: ص 111)

[۵]: مختلف فیہ روایت وراوی کا حکم

جب حدیث مختلف فیہ ہو کہ بعض محدثین نے اس کی تصحیح یا تحسین کی ہو اور بعض نے ضعیف قرار دیا ہو تو وہ حدیث "حسن" درجہ کی ہو گی۔ اسی طرح اگر کوئی راوی مختلف فیہ ہو بایں طور کہ بعض محدثین نے اسے ثقہ قرار دیا ہو اور بعض نے ضعیف تو وہ "حسن" درجے کا ہو گا۔

۱: علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی [م ۹۰۲ھ] لکھتے ہیں:

قال الذهبی وهو من أهل الاستقراء التام فی نقد الرجال لم یجتمع اثنان من علماء هذا الشأن قط علی توثیق ضعیف ولا علی تضعیف ثقة انتهی ولهذا کان مذهب النسائی أن لا یترك حدیث الرجل حتی یجتمع الجمیع علی ترکه۔

(فتح المغیث: ج۳ ص۳۵۹)

۲: علامہ ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی المنذری [م ھ] لکھتے ہیں:

فاقول اذا کان رواۃ اسناد الحدیث ثقات وفیهم من اختلف فیه: اسناده حسن، او مستقیم، او لا باس به۔

(الترغیب والترهیب: ج۱ ص۴)

مختلف فیہ رواۃ کو بیان کرنے کے لیے ایک باب قائم کر کے اس کے تحت "محمد بن اسحاق بن یسار صاحب المغازی" کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وبالجملة فهو ممن اختلف فیه وهو حسن الحدیث اھ

(الترغیب والترهیب: ج۶ ص۳۵۸)

۳: علامہ عبد اللہ بن یوسف بن محمد زیلعی [م ۷۶۲ھ] حدیث قیس بن طلق عن ابیہ کے بارے میں ابو الحسن علی بن محمد ابن القطان الفاسی [م ۶۲۸ھ] کا قول لکھتے ہیں:

والحدیث مختلف فیه، فیبغی أَنْ یُقَالَ فِیهِ: حَسَنٌ، وَلَا یُحْکَمُ بِصِحَّتِهِ، وَاَللّٰهُ أَعْلَمُ، انْتَهَی۔

(نصب الرایہ: ج۱ ص۶۲)

۴: علامہ ابن الہمام [م ۸۵۵ھ] لکھتے ہیں:

وأخرج الدارقطنی عن عبید الله بن عبد الله بن عباس إنما حرم رسول الله صلی الله علیه وسلم من المیتة لحمها فأما الجلد والشعر والصوف فلا بأس به وأعله بتضعیف عبد الجبار بن مسلم وهو ممنوع فقد ذکره ابن حبان فی الثقات فلا ینزل الحدیث عن الحسن۔

(فتح القدیر: ج۱ ص۹۷)

۵: حافظ ابن حجر [م ۸۵۲ھ] عبد اللہ بن صالح کاتب اللیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقال ابن القطان هو صدوق ولم یثبت علیه ما یسقط له حدیثه إلا أنه مختلف فیه فحدیثه حسن۔

(تہذیب التہذیب: ج۵ ص۲۲۸)

[۶]: الاحتجاج بالحسن

حدیث حسن لذاتہ قوت میں حدیث صحیح سے کم ہے لیکن استدلال واحتجاج میں حدیث صحیح کی طرح ہے۔

علامہ ابن حجر[م ۸۵۲ھ] لکھتے ہیں:

وهذا القِسمُ من الحَسَنِ مشاركٌ للصحيح فى الاحتجاج به، وإِنْ كان دُونَهُ، ومشابِهٌ له فى انقسامه إلى مراتبَ بعضُها فوقَ بعض.

(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: ص۷۸)

[۷]: حکم الحدیث الضعیف المرویہ برق متعددہ

حدیث ضعیف (جس کا راوی سیئ الحفظ ہو، مختلط ہو، یا روایت میں ارسال، تدلیس یا انقطاع پایا جاتا ہو وغیرہ) اگر متعدد طرق سے مروی ہو اگرچہ وہ زائد طریق ایک ہی کیوں نہ ہو، تو وہ درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی[م ۹۱۱ھ] لکھتے ہیں:

ولا بدع فى الاحتجاج بحديث له طريقان لو انفرد كل منهما لم يكن حجة كما فى المرسل إذا ورد من وجه آخر مسند أو وافقه مرسل آخر بشرطه كما سيجيء.

(تدریب الراوی: النوع الثانی: الحسن، ص:۱۶۰)

حافظ ابن حجر[م ۸۵۲ھ] لکھتے ہیں:

ومتى تُوبِعَ السيءُ الحفظ بمُعْتَبَرٍ: كأنْ يكونَ فَوْقَهُ، أو مِثْلَهُ، لا دونه، وكذا المختلِط الذى لم يتميز، والمستور، والإسناد المرسل، وكذا المدلَّس إذا لم يُعْرف المحذوف منه = صار حديثُهم حسناً، لا لذاته، بل وصْفُهُ بذلك باعتبارِ المجموع، مِن المتابِع والمتابَع؛ لأن كلَّ واحدٍ منهم احتمالُ أن تكون روايته صواباً، أو غير صوابٍ، على حدٍّ سواء، فإذا جاءت من المُعْتَبَرين روايةٌ موافِقةٌ لأحدهم رَجَحَ أحدُ الجانبين من الاحتمالين المذكورين، وَدَلَّ ذلك على أن الحديثَ محفوظٌ؛ فارتقى من درجة التوقف إلى درجة القبول.

(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: ص۲۳۴)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی[م ۱۰۵۲ھ] حافظ زین الدین عراقی[م ۸۰۶ھ] سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وظاهر كلام البيهقى ان حديث التوسعة (فى عاشر المحرم) حسن على راى غير ابن حبان ايضاً، فانه رواه من طرق عن جماعة من الصحابة مرفوعاً، ثم قال: وهذه الاسانيد وان كانت ضعيفة، لكن اذا ضم بعضها الى بعض احدثت قوة۔ و انكار ابن تيمية بأن التوسعة لم يروفيها شيئ عنه صلى الله عليه وسلم وهم لما علمت۔ (ما ثبت بالسنة فى ايام السنة: ص۱۷، ص۱۸)

علامہ ابن الہمام[م ۸۵۲ھ] لکھتے ہیں:

فَهٰذِهِ عِدَّةُ أَحَادِيثَ لَوْ كَانَتْ ضَعِيفَةً حُسِّنَ الْمَتْنُ فَكَيْفَ وَمِنْهَا مَا لَا يَنْزِلُ عَنِ الْحَسَنِ۔ (فتح القدير: ج ۱ ص ۱۷۲)

ترجمہ: یہ چند احادیث ہیں، اگر ضعیف بھی ہوں تب بھی اس کا متن حسن درجے کا ہے اور یہ کیوں نہ ہو کہ اس میں بعض وہ روایات بھی ہیں جو درجہ حسن کے کم درجہ کی نہیں ہیں۔

حافظ امام عبد الوہاب شعرانی[م ۹۷۳ھ] فرماتے ہیں:

وقد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه، والحقوه بالصحيح تارة والحسن اخرىٰ۔

(المیزان الکبریٰ للشعرانی: ج ۱ ص ۶۸)

ترجمہ: جمہور محدثین نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے جب اس کئی طرق ہوں اور کبھی اس کو صحیح اور کبھی حسن کے ساتھ ملایا ہے۔

علامہ ابن کثیر [م ۷۷۴ھ]:

قال الشيخ أبو عمر: لا يلزم من ورود الحديث من طرق متعددة أن يكون حسناً، لأن الضعف يتفاوت، فمنه ما لا يزول بالمتابعات، يعني لا يؤثر كونه تابعاً أو متبوعاً، كرواية الكذابين والمتروكين، ومنه ضعف يزول بالمتابعة، كما إذا كان راويه سيء الحفظ، أو روى الحديث مرسلاً فان المتابعة تنفع حينئذ ويرفع الحديث عن حضيض الضعف إلى أوج الحسن أو الصحة.

(اختصار فی علوم الحدیث: ص ۵)

ترجمہ: شیخ ابو عمرو فرماتے ہیں: حدیث متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ ہمیشہ حسن نہیں ہوتی کیونکہ ضعف میں فرق ہوتا ہے۔ بعض ضعد ایسے ہوتے ہیں جو متابعات سے زائل نہیں ہوتے یعنی اس کا تابع یا متبوع بننا نافع نہیں ہوتا جیسے کذابین اور متروکین کی روایات، اور بعض ضعف ایسے ہوتے ہیں جو متابعات سے زائل ہو جاتے ہیں جیسے روایت کے راوی کا حافظہ کے اعتبار سے کمزور ہونا یا حدیث کو مرسل نقل کرنا، تو اس وقت متابعت نفع دے گی اور حدیث درجہ ضعف سے حسن درجہ تک پہنچ جائے گی۔

[۸] حکم سکوت ابی داؤد

امام ابو داو نے اپنے رسالہ الی مکۃ میں فرمایا:

وما لم اذكر فيه شيئا فهو صالح.

اس میں صالح سے کیا مراد ہے، اس میں دو احتمال ہیں:

۱: صالح للاحتجاج: کہ حدیث کو دلیل بنایا جاسکتا ہے اور اسے اصل الاصول پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس معنی میں یہ حدیث صحیح ہو گی۔

۲: صالح للاعتبار: کہ اس کو اعتبار اور تائید کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس معنی میں اس میں صحیح وضعیف دونوں آسکتی ہیں۔

علامہ شمس الدین الذہبی [م ۷۴۸ھ] مارواہ ابو داود کو چھ اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے چھٹی قسم کے متعلق لکھتے ہیں:

ثم يليه ما كان بين الضعف من جهة راويه، فهذا لا يسكت عنه، بل يوهنه غالبا، وقد يسكت عنه بحسب شهرته ونكارته.

(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۳ ص ۲۴۱، ص ۲۱۵)

حافظ ابن حجر [م ۸۵۲ھ] نے اس مقام پر بڑی عمدہ بحث فرمائی ہے، اکثر کلام علامہ ذہبی کا نقل کرتے ہیں، چنانچہ ان لوگوں پر رد کرتے ہوئے جو یہ کہتے ہیں کہ امام ابو داود کی شرط امام مسلم کی شرط کی طرح ہے، لکھتے ہیں:

ومن هنا يتبين أن جميع ما سكت عليه أبو داود لا يكون من قبيل الحسن الاصطلاحي. بل هو على أقسام:

1-منه ما هو في الصحيحين أو على شرط الصحة.

2-ومنه ما هو من قبيل الحسن لذاته.

3-ومنه ما هو من قبيل الحسن إذا اعتضد.

وهذان القسمان كثير في كتابه جدا.

4-ومنه ما هو ضعيف، لكنه من رواية من لم يجمع على تركه غالبا. وكل هذه الأقسام عنده تصلح للاحتجاج بها. كما نقل ابن منده عنه أنه يخرج الحديث الضعيف إذا لم يجد في الباب غيره وأنه أقوى من رأي الرجال.

اس کے بعد حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل سے وہ اقوال نقل کیے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی صحیح نہ ملے تو ضعیف سے بھی احتجاج کرنا جائز ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

فهذا نحو مما حكي عن أبي داود. ولا عجب، فإنه كان من تلامذة الأمام أحمد فغير مستنكر أن يقول بقوله.....

پھر لکھتے ہیں:

ومن هنا ضعف طريقة من يحتج بكل ما سكت عليه أبو داود فإنه يخرج أحاديث جماعة من الضعفاء في الاحتجاج ويسكت عنها مثل: ابن لهيعة، وصالح مولى التوأمة، وعبد الله بن محمد بن عقيل وموسى بن وردان، وسلمة بن الفضل، ودلهم بن صالح وغيرهم.

فلا ينبغي للناقد أن يقلده في السكوت على أحاديثهم.....

5-وقد يخرج لمن هو أضعف من هؤلاء بكثير كالحارث بن وجيه وصدقه الدقيقي وعثمان بن واقد العمري ومحمد بن عبد الرحمن البيلماني وأبي جناب الكلبي وسليمان بن أرقم وإسحاق بن عبد الله بن أبي فروة وأمثالهم من المتروكين.

6-وكذلك ما فيه من الأسانيد المنقطعة وأحاديث المدلسين بالعنعنة والأسانيد التي فيها من أبهمت أسماؤهم.

فلا يتجه الحكم لأحاديث هؤلاء بالحسن من أجل سكوت أبي داود؛ لأن سكوته تارة يكون اكتفاء بما تقدم له من الكلام في ذلك الراوي في نفس كتابه وتارة يكون لذهول منه.

وتارة يكون لشدة وضوح ضعف ذلك الراوي واتفاق الأئمة على طرح روايته. كأبي الحويرث ويحيى بن العلاء وغيرهم.

وتارة يكون من اختلاف الرواة عنه وهو الأكثر. فإن في رواية أبي الحسن ابن العبد عنه من الكلام على جماعة من الرواة والأسانيد ما ليس في رواية اللؤلؤي وإن كانت روايته أشهر....

(النکت علی امقدمۃ ابن الصلاح: ص۴۳۵ تا ص۴۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو دواد کے سکوت سے حدیث کا صالح للاحتجاج ہونا لازم نہیں آتا بلکہ سند میں غور و فکر کے بعد ہی اس کا فیصلہ ہو سکے گا۔ واللہ اعلم

فصل نمبر 3: ضعیف حدیث پر عمل

فائدہ نمبر 1:

ضعیف سے یہاں مراد

یہاں ضعیف حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند میں شدید الضعف راوی نہ ہو یعنی ایسا راوی سند میں نہ پایا جاتا ہو جو متروک، کذاب اور وضاع ہو۔ نیز ضعیف حدیث سے مراد ایسی حدیث ہے جو ایک ہی سند سے مروی ہو، اگر متعدد طرق سے مروی ہو تو اس کا حکم پہلے گزر چکا ہے۔

فائدہ نمبر 2:

ضعیف پر عمل کرنے کے بارے میں آراء

ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے بارے میں تین آراء سامنے آئی ہیں:

ا: مطلقاً عمل صحیح نہیں۔

امام قاضی ابن العربی المالکی [م ۵۴۳ھ] فرماتے ہیں:

لا يعمل به مطلقاً. (القول البديع: ص۱۹۵)

اور زبیر علی زئی غیر مقلد کا بھی یہی موقف ہے کہ مطلقا جائز نہیں حتی کہ فضائل و مناقب میں بھی جائز نہیں۔

(فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام ج2 ص284، از زبیر علی زئی)

۲: مطلقاً عمل صحیح ہے بغیر کسی شرط کے۔

۳: ضعیف حدیث پر عمل ہو گا لیکن شرائط کے ساتھ۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی الحنفی [م ۱۰۸۸ھ] فرماتے ہیں:

شرط العمل بالحديث الضعيف عدم شدة ضعفه وأن يدخل تحت أصل عام وأن لا يعتقد سنية ذلك الحديث وأما الموضوع فلا يجوز العمل به بحال ولا روايته إلا إذا قرن ببيانه. (الدر المختار: ج۱ ص۸۷)

علامہ سخاوی [م ۹۰۲ھ] علامہ ابن حجر [م ۸۵۲ھ] کے حوالے سے لکھتے ہیں:

إن شرائط العمل بالضعيف ثلاثة:

الأول: متفق عليه، وهو أن يكون الضعف غير شديد، فيخرج من انفرد من الكذابين والمتهمين بالكذب ومن فحش غلطه.

الثاني: أن يكون مندرجا تحت أصل عام، فيخرج ما يخترع بحيث لا يكون له أصل أصلا.

الثالث: ألا يعتقد عند العمل به ثبوته، لئلا ينسب إلى النبي صلى الله عليه وسلم ما لم يقله". (القول البديع: ص۱۹۵)

فائدہ نمبر 3: ترغیب و ترہیب، حکایات و قصص اور فضائل اعمال کی روایات میں تساہل سے کام لیا جاتا ہے۔

۱: امام احمد بن حنبل:

إِذَا جَاءَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ شَدَّدْنَا فِي الْأَسَانِيدِ ، وَإِذَا جَاءَ التَّرْغِيبُ وَالتَّرْهِيبُ تَسَاهَلْنَا فِي الْأَسَانِيدِ ، وَكَذَلِكَ مَا عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ مِنَ الْعَمَلِ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ. (مجموع الفتاوىٰ: ج۱۸، ص۶۵)

۲: امام عبد الرحمن بن مہدی:

إذا روينا عن النبي صلى الله عليه و سلم في الحلال و الحرام و الأحكام شددنا في الأسانيد و انتقدنا الرجال و إذا روينا في فضائل الأعمال و الثواب و العقاب و المباحات و الدعوات تساهلنا في الأسانيد. (المستدرك للحاكم: ج۱ ص۴۹۰)

۳: ابو زکریا یحیٰ بن محمد العنبری:

الخبر إذا ورد لم يحرم حلالا ولم يحل حراما ولم يوجب حكما وكان في ترغيب أو ترهيب أو تشديد أو ترخيص وجب الاغماض عنه والتساهل في رواته. (الكفاية في علم الروايه: ص۲۱۳)

۴: امام نووی:

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم : يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن موضوعا.

وأما الأحكام كالحلال والحرام والبيع والنكاح والطلاق وغير ذلك فلا يعمل فيها إلا بالحديث الصحيح أو الحسن إلا أن يكون في احتياط في شئ من ذلك ، كما إذا ورد حديث ضعيف بكراهة بعض البيوع أو الأنكحة ، فإن المستحب أن يتنزه عنه ولكن لا يجب. (كتاب الاذكار: ص۸)

۵: علامہ ابن حجر الہیثمی المکی:

قد اتفق العلماء على جواز العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال لأنه إن كان صحيحا في نفس الأمر فقد أعطى حقه من العمل به. والألم يترتب على العمل به مفسدة تحليل ولا تحريم ولا ضياع حق للغير. (الفتح المبین شرح الاربعین للنووی: ص۳۲)

فصل نمبر 4: رفع و وقف، وصل و قطع اور زیادتی ثقہ کا حکم

فائدہ نمبر ا:

زیادتی ثقہ اور شاذ میں فرق

اگر کوئی ثقہ راوی ایسی روایت بیان کرتا ہے جو اس سے اوثق جماعت بیان نہیں کرتی تو دیکھا جائے گا، اگر یہ زیادتی جماعتِ اوثق کے منافی ہو تو "شاذ" ہے اور اگر منافی نہ ہو تو "زیادتی ثقہ" ہے۔

مثال:

دس ثقہ آدمی کہتے ہیں کہ مرکز کی مسجد میں آج کی نماز فجر استاذ محترم مولانا محمد الیاس گھمن صاحب نے پڑھائی اور زید کہتا ہے کہ نہیں، آج کی فجر کی نماز مولانا خبیب احمد گھمن صاحب نے پڑھائی۔ اب زید ثقہ کی بات دس ثقات کے مقابلے میں "شاذ" ہو گی۔ اگر وہ دس یہ کہتے ہیں کہ نماز مولانا محمد الیاس گھمن صاحب نے پڑھائی اور زید بھی کہتا ہے کہ مولانا محمد الیاس گھمن صاحب نے پڑھائی ہے لیکن پہلی رکعت میں سورۃ نازعات اور دوسری رکعت میں سورۃ الشمس پڑھی ہے۔ تو اب زید کی بات دس ثقات کے مخالف نہیں بلکہ زید ان دس سے ایک زائد بات بتا رہا ہے تو اسے "زیادتی ثقہ" کہیں گے۔

فائدہ نمبر ۲:

اگر ایک ثقہ راوی حدیث کو مرسل بیان کرے اور دوسرا متصل، یا ایک موقوف بیان کرے اور دوسرا مرفوع، یا ایک ہی راوی ایک حدیث کو ایک وقت میں موصولاً یا مرفوعاً بیان کرے اور دوسرے وقت میں مرسلاً یا موقوفاً بیان کرے تو فقہاء و محدثین کے ہاں راجح یہ ہے حدیث پر موصول اور مرفوع ہونے کا حکم لگایا جائے گا، چاہے اِس راوی کا مخالف حفظ و اتقان میں اس کے برابر ہو یا اس سے بڑھ کر ہو۔ وجہ یہ ہے کہ یہ زیادتی ثقہ ہے اور یہ مقبول ہوتی ہے۔

امام نووی [م ۶۷۶ھ] فرماتے ہیں:

اذا رواه بعض الثقات الضابطين متصلا وبعضهم مرسلا أو بعضهم موقوفا وبعضهم مرفوعا أو وصله هو أو رفعه فى وقت وأرسله أو وقفه فى وقت فالصحيح الذى قاله المحققون من الحديث وقاله الفقهاء وأصحاب الأصول وصححه الخطيب البغدادى أن الحكم لمن وصله أو رفعه سواء كان المخالف له مثله أو أكثر وأحفظ لأنه زيادة ثقة وهى مقبولة۔

(شرح مسلم للنووی: فصل فی الاسناد المعنعن، ص ۳۲)

مزید فرماتے ہیں:

والصحيح طريقة الأصوليين والفقهاء والبخارى ومسلم ومحققى المحدثين أنه يحكم بالرفع والاتصال لأنها زيادة ثقة۔

(شرح مسلم للنووی ج1 ص282،256)

اس سے معلوم ہوا کہ رفع اور وصل ایسی زیادتی ہے جو ارسال اور وقف کے منافی نہیں ہے، ورنہ یہ مقبول نہ ہوتی۔

علامہ جلال الدین سیوطی [م ۹۱۱ھ] فرماتے ہیں:

قال الماوردى لا تعارض بين ما ورد مرفوعا مرة وموقوفا على الصحابى أخرى لأنه يكون قد رواه وأفتى به۔

(تدریب الراوی: النوع الثانی عشر التدلیس، ص ۲۲۳)

نوٹ: احناف کے نزدیک زیادتی ثقہ ان شرائط کے ساتھ قبول ہے:

۱: زیادتی نقل کرنے والے راوی اور جماعتِ ثقات (جو زیادتی نقل نہیں کر رہے) کی مجلس ایک نہ ہو۔
۲: اگر ان کی مجلس ایک ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر جماعتِ ثقات کی تعداد اس حد تک پہنچ جائے کہ اس سب سے اس زیادتی کو ضبط کرنے کی غفلت کا تصور نہ کیا جا سکتا ہو تو یہ زیادتی مقبول نہ ہو گی، ہاں اگر ان کی تعداد اس حد تک نہ پہنچے تو زیادتی مقبول ہے۔
۳: اگر مجلس کا حال معلوم نہ ہو تب بھی زیادتی مقبول ہے۔

(قفو الاثر: ص ۱۱، ص ۱۲)

فائدہ نمبر ۳:

اگر حدیثِ صحیح یا حسن کا راوی جماعت ثقات کی مخالفت کرے تو اس کی روایت کو شاذ کہیں گے۔

شاذ کا حکم یہ ہے کہ چونکہ اس کا راوی ثقہ ہوتا ہے اس لیے اس میں توقف کیا جائے گا۔ اگر اس کا متابع یا شاہد مل جائے تو اس کا شذوذ ختم ہو جاتا ہے اور روایت صالح للاحتجاج بن جاتی ہے۔

(قواعد فی علوم الحدیث: ص ۱۲۴، و کذا فی قفو الاثر)

اس صورت میں اس روایت کا (جس کا شذوذ متابع یا شاہد کی وجہ سے ختم ہو چکا ہے) جماعت ثقات کی روایت سے تعارض لازم آئے گا۔
اب اس صورت میں ترجیحی اصولوں پر عمل کیا جائے گا۔

اور اگر کوئی متابع اور شاہد موجود نہ ہو تو روایت غیر مقبول ہوتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

متابع اور شاہد کی تعریف:

متابع: وہ حدیث جس کو اس کے رواۃ لفظ و معنی یا صرف معنی میں کسی دوسری حدیث کے موافق ایک ہی صحابی سے روایت کریں۔

شاہد: وہ حدیث جس کو اس کے رواۃ لفظ و معنی یا صرف معنی میں کسی دوسری حدیث کے موافق ایک سے زائد صحابی سے روایت کریں۔

پھر متابعت کی دو قسمیں ہیں:

متابعت تامہ: آغازِ سند سے اخیر تک موافقت ہو، یعنی دوسرے راوی کے شیخ سے لے کر آخر تک۔

متابعت قاصرہ: درمیان سند سے اخیر تک موافقت ہو، یعنی دوسرے راوی کے شیخ یا شیخ الشیخ یا اوپر چل کر موافقت۔

مثال متابعت:

زید---عمرو--- بکر---امجد---ابو ہریرہ----نبی صلی اللہ علیہ وسلم
خالد---عمرو--- بکر---امجد---ابو ہریرہ----نبی صلی اللہ علیہ وسلم [متابعت تامہ]
عامر---طاہر--- بکر---امجد---ابو ہریرہ----نبی صلی اللہ علیہ وسلم [متابعت قاصرہ]
باقر---ماجد---حامد---امجد---ابو ہریرہ----نبی صلی اللہ علیہ وسلم [متابعت قاصرہ]

مثال استشہاد:

زید---عمرو--- بکر---امجد---ابو ہریرہ----نبی صلی اللہ علیہ وسلم
احمد---خالد---ظاہر---عبد الرحمن---جابر بن عبد اللہ---نبی صلی اللہ علیہ وسلم

انقطاع کی دو قسمیں ہیں۔

1: ظاہری، 2: باطنی

ظاہری انقطاع: سند حدیث میں راوی گرا ہوا ہونا جیسے حدیث مرسل (اس کا حکم آگے آئے گا)

باطنی انقطاع: سند حدیث کے راوی پورے مذکور ہوں لیکن روایت سند یا مضمون متن کے اندر کوئی ایسا قصور پایا جائے جس کی وجہ سے انقطاع پیدا ہو،

انقطاع باطنی کی دو قسمیں۔

1: روایت کی سند مین مذکور راویوں میں مقبول رواۃ کی شرط نہ پائی جائیں۔ مثلاً راوی کا کافر، فاسق، بچہ (ایسا بچہ جو تحمل روایت کا متحمل نہ ہو) اور پاگل پن کا شکار ہو اان وجوہ سے حدیث درجہ بدرجہ ضعیف ہو گی۔ اس کا حکم پہلے بسط و تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

2: سند میں راوی تو پورے مذکور ہوں لیکن کسی مافوق دلیل سے ٹکراو پیدا ہو گیا ہو۔ اس کی مزید چار قسمیں ہیں۔

1: یہ حدیث کتاب اللہ کی قطعی الدلالۃ آیت کے مخالف ہو اس کا حکم یہ ہے کہ آیت کے مضمون پر عمل کیا جائے گا اور اس حدیث یا تو چھوڑ دیا جائے گا یا مناسب تاویل کی جائے گی۔

مثال 1: حدیث میں ہے من مس ذکرہ فلیتوضا، کہ جس نے ذکر کو چھولیا اس پر وضو ضروری ہے لیکن یہ روایت کتاب اللہ کی اس آیت کے مخالف ہے۔

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا (التوبہ:108)

اس میں اللہ رب العزت نے پانی کے ساتھ استنجاء کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے اور ان کے اس فعل استنجاء بالماء کو جس میں مس ذکر ناگزیر ہے اس کو طہارت فرمایا۔ جب کہ حدیث مس ذکر کو حدث قرار دیتی ہے۔ لہذا جو فعل حدث ہو وہ طاہر کیا ہو گا؟ لہذا کتاب اللہ پر عمل ہو گا۔ اور حدیث کی مناسب تاویل کی جائے گی کہ یہ استحباب بالقوی پر محمول ہے۔

مثال 2: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس مین مطلقہ بائنہ کے لیے سکنٰی کی نفی کی گئی ہے جب کہ کتاب اللہ میں ہے۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ (الطلاق:6)

اس میں سکنٰی کا اثبات ہے۔

قسم دوم: یہ حدیث خبر متواتر یا مشہور کے مخالف ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو بھی چھوڑا جائے گا۔ مثال: حدیث مشہورہ ہے: اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ،

موطا امام محمد ج3 ص35 باب القسامۃ

مدعی کے ذمہ گواہ اور مدعیٰ علیہ کے ذمہ قسم اٹھانا ہے۔

مندرجہ بالا اصول کے مطابق ایک گواہ اور قسم والی روایت کو رد کر دیا جائے گا۔

قسم 3: یہ روایت ایسے مسئلہ اور حادثہ کے متعلق ہو جو عموم بلویٰ سے تعلق رکھتا ہے جس میں ہر خاص وعام کو ضرورت پڑتی ہے لیکن یہ مسئلہ سب مین شائع نہ ہو بلکہ ایک راوی روایت کرے۔ جیسے آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے یا جنازہ اٹھانے کے بعد حاملین جنازہ پر وضوء کا لازم ہونا۔

قسم 4: یہ حدیث ایک ایسے مسئلہ سے متعلق ہو کہ قرون اولیٰ (دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) میں وہ مسئلہ زیر بحث آیا ہو لیکن اس حدیث کو کسی نے بھی دلیل اور تائید نہ بتایا ہو۔ بلکہ اپنے قیاس، اجتہاد اور دیگر دلائل کی جانب رجوع کیا اب اس روایت کا حکم یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔

مثال: اِبْتَغُوا بِأَمْوَالِ الْيَتَامَى لَا تَأْكُلُهَا الصَّدَقَةُ

سنن کبریٰ بیہقی ج4 ص107 رقم:7590

صحابہ کرام میں بچے کے مال میں زکوۃ کے متعلق اختلاف پیدا ہوا لیکن کسی نے اس روایت سے استدلال نہیں کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی ایسی کمی (انقطاع) پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کو قابل عمل نہیں سمجھا گیا۔

فصل 5: حکم الحدیث المرسل: مرسل حدیث کا حکم

پہلی بات: مرسل کی تعریف:

مرسل حدیث کا لغوی معنیٰ چھوڑا ہوا۔

عند الحنفیہ مرسل حدیث کی تعریف: ہو ما انقطع سندہ سواء کان انقطاع فی اولہ او آخرہ او وسطہ واحدا کان اکثر

(کشف الاسرار للبخاری ج3 ص6)

اصطلاح محدثین میں مرسل کا معنیٰ کچھ اخص ہے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ماسقط من آخرہ من بعد التابعی هو المرسل وصورته ان يقول التابعي سواء كان صغيرا او كبيرا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا او فعل كذا او فعل بحضرته كذا او نحو ذالك

نخبۃ الفکر ص203

دوسری بات: حدیث مرسل کا حکم:

مرسل ائمہ ثلاثہ کے ہاں حجت ہے۔ ائمہ ثلاثہ سے مراد امام اعظم، امام مالک، امام ابن حنبل رحمہم اللہ مراد ہیں۔

دراسات فی علوم الحدیث ص391، 380

احناف کے ہاں مرسل حجت ہے۔ امام ابو بکر الجصاص فرماتے ہیں: مَذْهَبُ أَصْحَابِنَا : أَنَّ مَرَاسِيلَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ مَقْبُولَةٌ وَكَذَلِكَ عِنْدِي: قَبُولُهُ فِي أَتْبَاعِ التَّابِعِينَ، بَعْدَ أَنْ يُعْرَفَ بِإِرْسَالِ الْحَدِيثِ عَنْ الْعُدُولِ الثِّقَاتِ

الفصول فی الاصول ج3 ص145

علامہ ابن صلاح لکھتے ہیں: والاحتجاج به مذهب مالك وابي حنيفة واصحابهما

مقدمہ ابن صلاح ص50

خطیب بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقد اختلف العلماء في وجوب العمل بما هذه حاله فقال بعضهم انه مقبول ويجب العمل به إذا كان المرسل ثقة عدلا وهذا قول مالك وأهل المدينة وأبي حنيفة وأهل العراق وغيرهم وقال محمد بن إدريس الشافعي رضي الله عنه وغيره

الکفایہ فی علم الروایہ ص384

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقال مالك وابو حنيفة في طائفة صحيح

تقریب للنووی ص؟؟؟؟؟

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ومذهب مالك واحمد واكثر الفقهاء انه يحتج به

مقدمہ مسلم ص17

محقق علی الاطلاق علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں: وان كان مرسلا لصحة المرسل بعد ثقة الراوي عندنا

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لكن المرسل حجة عندنا وعند الجمهور

مرقات ج1 ص343

تیسری بات:

امام شافعی رحمہ اللہ وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مراسیل کا انکار کیا۔ البتہ چند شرائط کے ساتھ قبول کرلیا۔

امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأما المراسيل فقد كان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفيان الثورى ومالك بن أنس والأوزاعى حتى جاء الشافعى فتكلم فيها. (رسالہ أبي داود ج1 ص24)

امام طبری فرماتے ہیں: اجمع العلماء على قبول المراسل ولم يات عن احد منهم انكاره الى راس الماتين

البضاعۃ المزجاۃ ص65

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ مرسل کو حجت مانتے ہیں لیکن چند شرائط کے ساتھ:

والمختار فى التفصيل قبول مرسل الصحابى اجماعا ومرسل اهل الفرق الثانى والثالث عندنا (اى الحنفية) وعند مالك مطلقا وعند الشافعى باحد امور خمسة

1: ان يسنده غيره

2: او ان يرسله آخر وشيوخهما مختلفة

3: او ان يعضه قول الصحابى

4: او يعضده قول اكثر العلماء

5: او ان يعرف انه لا يرسل الا عن عدل

(قواعد علوم الحدیث ص38)

دلائل قبول مرسل:

1: فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عقلی دليل اما المعنى فهو ان كلامنا فى ارسال من لو اسند من غيره قبل اسناده ولا يظن به الكذب عليه فلان لا يظن به الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم الثانى والمعتاد من الامر ان العدل اذا وضع له الطريق واستبان له الاسناد طوى الامر وعزم عليه فقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم واذا لم يتضح له الامر لنسبه الى من سمعه لتحمله ما تحمل عنه

کنز الاصول للبزدوی ج1 ص173

فائدہ:

ہمارے اکابر سے مرسل روایت کے علی الاطلاق حجت ہونے کے کئی اقوال منقول ہیں لیکن بعض حضرات قبول مرسل کے لیے تین شرطیں لگاتے ہیں۔

1: مرسل خیر القرون کی ہو۔ 2: اس کا راوی عادل ہو۔ 3: صیغہ جزم کے ساتھ بیان کرے جیسے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاویٰ عثمانی ج1 ص224، 223

لیکن ان دونوں مین منافات نہیں ان مین تطبیق یوں دی جاسکتی ہے کہ جو حضرات شرائط کے قائل ممکن ہے ان کی مراد یہ ہے کہ مرسل کی وہ تعریف جو فقہاء سے منقول ہے یہ شرائط بمنزلہ قیود ہو کر اسے محدثین کی تعریف کے موافق کردیں۔ جو حضرات شرائط کے قائل نہیں ان کی مراد مرسل کی وہ تعریف ہے جو محدثین کے ہاں ہے۔ ولا تعارض بین القولین

فصل 6: مدلس و تدلیس کے بیان میں

مدلس کا لغوی معنیٰ: مدلس سے مراد وہ چیز ہے جس کے عیب کو چھپا دیا جائے۔

اصطلاحی معنیٰ: اصطلاح میں مدلس ایسی حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کی سند یا متن میں پائے جانے والے عیب کو چھپا کر اسے مزین کر کے پیش کیا جائے اس وصف کا نام تدلیس ہے۔

جیسے راوی اپنے استاذ سے سنے بغیر اس کی طرف منسوب کر کے ایسے الفاظ سے نقل کرے جن سے براہ راست سننے کا گمان ہو۔ جیسے قال (قال فلان) عن (عن فلان) ان (حدثنا فلان ان الغلام) شیخ نام سے جو الفاظ لائیں جاتے ہیں ان کو ذکر کیئے بغیر شیخ کا نام لینا جیسے الزہری عن فلان

اقسام تدلیس: تدلیس کی تین قسمیں ہیں،

1: تدلیس الاسناد۔ 2: تدلیس التسویہ۔ 3: تدلیس الشیوخ'

1: تدلیس الاسناد کی تعریف: جس شیخ سے روایت لی ہے اسے ذخر کئے بغیر شیخ الشیخ یا شیخ الشیخ کے استاذ کا تذکرہ کر کے اور الفاظ ایسے استعمال کرے جس سے یہ گمان ہو کہ اس نے روایت شیخ الشیخ یا شیخ الشیخ کے استاذ سے لی ہے۔

مثال علی بن خشرم کہتے ہیں ہم ابن عیینہ کے پاس تھے انہوں نے بیان قال الزہری ہم نے کہا آپ نے زہری سے تو نہیں سنا۔ ابن عیینہ فرمانے لگے نہ زہری سے سنا نہ ان لوگوں سے سنا جنہوں نے زہری سے سنا بلکہ حدثنا عبدالرزاق عن معمر عن الزهری

2: تدلیس الشیوخ: اپنے شیخ سے نقل کرے مگر شیخ کا ایسا نام ایسی کنیت ایسا لقب اور اس قسم کی نسبت کو بیان کرے جس وہ مشہور اور متعارف نہیں۔

مثال: ابو بکر بن مجاہد المقبری نے روایت کرتے ہوءے کہا حدثنا عبد اللہ بن ابی عبد اللہ اس سے مراد ابو بکر سجستانی ہے جو امام ابو داود کے بیٹے ہیں آپ اس نام سے مشہور نہیں بلکہ ابو بکر بن ابی داود کی کنیت سے مشہور ہیں۔

3: تدلیس التسویہ: راوی اپنے ثقہ غیر مدلس استاذ سے روایت کرتا ہے یہ استاذ (ثقہ غیر مدلس) ایک ضعیف راوی کے واسطے سے ثقہ (ثانی) سے روایت کر رہا ہے اب مدلس ثقہ اول اور ثقہ ثانی کا تذکرہ تو کرتا ہے لیکن درمیان میں ضعیف راوی کا واسطہ گرا دیتا ہے لیکن الفاظ متحمل لاتا ہے یہ تدلیس کی سب سے بری قسم ہے۔

مثال: امام ابن ابی حاتم رازی نے بیان کرتے ہیں: سَمِعْتُ أَبِي وذكر الحديث الذي رواه إسحاق بن راهويه عن بقية قال حدثني أبو وهب الأسدي قال حدثنا نافع، عن ابن عمر قال: لا تحمدوا إسلام امرىء حتى تعرفوا عقدة رأيه

علل الحدیث ج1 ص684 رقم:1553

ابو حاتم فرماتے ہیں اس میں ایسی خامی ہے جس کو بہت کم ہاں لوگ سمجھتے ہیں تفصیل یہ ہے کہ اس حدیث کو ابو وہب الاسدی (عبید اللہ بن عمرو) نے اسحاق بن ابی فروۃ کے واسطے سے نافع سے روایت کیا ہے۔ بقیہ یہ کارنامہ سرانجام دیا کہ عبید اللہ بن عمرو (ثقہ اول) یہی ذکر کیا اور نافع (ثانی) میں ذکر کیا لیکن درمیان میں اسحاق بن ابی فروۃ کو گرا دیا اس حرکت پر پردہ ڈالنے کے لیے عبید اللہ بن عمرو کا نام ذکر کرنے کے بجائے اس کی غیر معروف کنیت اور قبیلہ کی نسبت ذکر کرے ابو وہب الاسدی کہہ دی۔

فائدہ: مدلسین کی روایات قبول ہونے کے یا نہ ہونے میں احناف کا موقف ببانگ دہل گزر چکا ہے کہ اگر خیر القرون کا مدلس ہے تو روایت مقبول ہوگی اگر خیر القرون کا مدلس ہے تو روایت مقبول ہوگی اور اگر خیر القرون کے بعد کا ہے تو تصریح سماع شرط ہے لیکن شوافع اور ان کے اتباع مین آج کے غیر مقلدین مدلسین کے طبقات بناتے ہیں پھر مختلف اعتبار سے بعض مدلسین کی روایت کو قبول کرتے ہیں اور بعض کو رد کر دیتے ہیں۔

تدلیس کے اعتبار سے مدلسین کے پانچ طبقات بنائے گئے ہیں۔ مدلسین کے طبقات

1:طبقہ اول:من لم یوصف بالتدلیس الا نادرا کمالك والبخاری ویحیی بن سعید الانصاری

(المنظومہ از ذہبی)

2:طبقہ ثانی:من احتمل الائمۃ تدلیسہ واخرجولہ فی الصحیح لامامتہ وقلۃ تدلیسہ فی جنب ماروی کحکم والحسن البصری وسفیانین

(التبیین لاسماء المدلسین از ابو الوفاء)

3: الثالثة: من أكثر من التدليس فلم يحتج الأئمة من أحاديثهم إلا بما صرحوا فيه بالسماع كمحمد بن سيرين والزهری وابن جریج۔(تعریف اهل التدلیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس از ابن حجر)

4:رابعة:من اتُّفِقَ على أنه لا يحتج بشيء من حديثهم إلا بما صرحوا فيه بالسماع، لكثرة تدليسهم عن الضعفاء والمجاهيل كابن ارطاة وابن اسحاق صاحب المغازی۔(التدليس والمدلسون از الغوری)

5:خامسة: من ضعف بأمر آخر سوى التدليس، فحديثهم مردود، ولو صرحوا بالسماع كمحمد بن كثير الصنعانی وصالح بن ابی الاخضر۔(الفتح المبین از علی زئی غیر مقلد،المنظومہ لبدیع الدین راشدی)

فصل 7: جہالت کی اقسام اور ان کا حکم

جہالت کی تین قسمیں ہیں۔

1: جہالت عینی: اگر کسی راوی سے روایت کرنے والا صرف ایک شاگرد ہو تو یہ راوی مجہول العین ہے۔

فائدہ: روایت کرنے والے دو ہوں تو یہ جہالت مرتفع ہو جائیگی۔

ا: علامہ تقی الدین السبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وبروایت اثنین تنتفی جھالت العین

(شفاء السقام فی زیارت خیر الانام ص8)

۲: علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قال الدار القطنی متیٰ رویٰ عنہ ثقتان فقہ ارتفعت جھالتہ

(فتح المغیث ص138)

2: جہالت وصفی: اگر کسی راوی کی کسی نے بھی توثیق نہ کی ہو تو اسے مجہول الوصف اور اس جہالت کو جہالت وصفی کہتے ہیں۔

فائدہ: اگر یہ راوی قرون ثلاثہ المشہود بالخیر لہا کا ہے تو یہ جہالت عندنا مضر نہیں اگر ان کے علاوہ دیگر زمانوں کا ہے تو توثیق ضروری ہے۔

3: مستور: اگر راوی معروف العین ہو لیکن مجہول الحال ہو یا ظاہر اعادل ہو لیکن باطن کا پتہ نہ ہو تو اس راوی کو مستور کہتے ہیں۔

احناف کے ہاں مجہول العین سے مراد وہ راوی ہے جس سے ایک یا دو حدیثیں معروف ہوں اور عدالت مجہول ہو چاہے اس سے روایت کرنے والا شاگرد ایک ہو دو ہوں یا زائد ہوں۔

قفو الاثر میں ہے:

والمجھول (ای العین)عندنا ھو من لم یعرف الا بحدیث او حدیثین وجعلت عدالتہ سواء انفردت الدوایتہ عنہ امر رواہ فصاعدا

(قفو الاثر ص20)

<u>مجہول العین کے حکم احناف کے ہاں</u>: مجہول العین اگر صحابی ہے تو جہالت عینی اس کو مضر نہیں اور اگر غیر صحابی ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس

کی حدیث قرن ثانی میں ظاہر ہوئی ہے یا نہیں؟اگر قرن ثانی میں ظاہر نہیں ہوئی بلکہ قرن ثالث میں ظاہر ہونے لگے تو قرن ثالث مین اس پر عمل کیا جائے گا اور اگر اس کے بعد ظاہر ہو گا تو پھر اس وقت عمل نہیں کیا جائے گا۔اگر قرن ثانی مین ظاہر ہو تو دیکھا جائے گا کہ سلف صالحین میں اس صحیح قرار دیتے ہو کہ اس پر عمل کیا ہو گا یا سکوت ہو گا۔تو مقبول ہو گا اور اگر انہوں نے رد کیا ہو تو مردود ہو گی۔اگر معاملہ یوں ہو کہ بعض سلف نے قبول کیا اور بعض نے رد کیا ہو وہ حدیث ثقہ راویوں سے مروی ہو تو اگر قیاس کے موافق ہو تو قبول کیا جائے گا اور اگر قیاس کے مخالف ہو تو چھوڑ دیا جائے گا۔

(قواعد فی علوم الحدیث ص207)

2:جہالت وصفی:اس کا حکم احناف کے ہاں گزر چکا ہے۔

3:مستور:احناف کے ہاں مستور سے مراد وہ راوی ہے جو ظاہرا عادل ہو لیکن باطنا اس کا حال معلوم نہ ہو عام ہے کہ اس سے روایت کرنے والا ایک ہو دو ہوں یا زائد ہوں۔اس کا حکم انقطاع باطنی والا ہے۔یعنی اس کی روایت خیر القرون مین ہو تو قبول ہو گی اس کے بعد توثیق ضروری نہیں ہے۔

اس بارے مین علامہ حسن سنبھلی رحمہ اللہ کا بیان کافی وافی ہے وہ فرماتے ہیں:

وحاصل الخلاف ان المستور من الصحابة والتابعين واتباعهم يقبل بشهادته صلى الله عليه وسلم لهم بقوله خيرلقرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم وغيرهم لايقبل الا بالتوثيق وه تفصيل حسن.(تنسیق النظام ص68)

فصل 8:القاب اہل فن

1:مسند:لغۃ نسبت کرنے والا سہارا دینے والا،اصطلاحا سند کے ساتھ روایت کرنے والا۔

2:محدث:وہ عالم جسے حدیث کے الفاظ و معانی دونوں کا علم ہو روایات اور ان بڑے حصے سے واقف ہو محض الفظ روایت کا ہی ناقل نہ ہو۔

3:حافظ:ا:اکثر محدثِن کے ہاں حافظ اور محدث ایک معنیٰ میں ہیں۔۲:ایسا محدث جس کو کم از کم ایک لاکھ حدیث کا پورا علم ہو۔

فائدہ:دوسری تعریف کے اعتبار سے حافظ محدث سے فائق ہوتا ہے حفاظ محدثین بہت بڑی تعداد میں گزریں ہیں۔جن کے حالات پر ائمہ نے مستقل کتب تصنیف فرمائی ہِن۔جیسے تذکرۃ الحفاظ وغیرہ۔

4:حجت:جس محدث کو تین لاکھ احادیث کا پورا علم ہو۔

5:حاکم:وہ محدث جس کی احادیث سے واقفیت اتنی جامع ہو کہ شاید ہی کوئی حصہ اس کی معلومات سے باہر ہو۔

6:امیر المومنین فی الحدیث:اس لقب کا مصداق وہ اہل تحقیق ائمہ قرار دیئے گئے ہیں جو فن کی معلومات میں ان تمام افراد سے فائق ہوں۔جن کو اس لقب کے علاوہ دیگر القاب کا مصداق قرار دیا گیا ہو حتی کہ وہ سب اس کی طرف رجوع کرنے والے ہوں اور اس کی تحقیقات کو بنظر اطمینان واعتماد دیکھتے ہوں۔جیسے سفیان ثوری رحمہ اللہ،شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ،حماد بن سلمہ رحمہ اللہ،عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ،احمد بن حنبل رحمہ اللہ،امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ،امام مسلم بن حجاج القشیری النیسابوری رحمہ اللہ وغیرہ۔

عصر حاضر میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ ان القاب کی تجدید فرمائی ہے۔چنانچہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔محدث وہ ہے جو کتب حدیث کے مطالعہ اور درس وتدریس کے ساتھ ہی زیادہ تر اشتغال رکھیں۔

حافظ:ایسا اشتغال رکھنے والا وہ عالم جو فن تحقیقات کے اس مقام پر پہنچ جائے کہ حدیث کو سنتے ہی اس کی معلومات اس کو بتادیں کہ یہ حدیث صحاح سے ہے یا حسان یا کہ زیاف میں سے ہے۔نیز اس کو ایک ہزار سے زائد احادیث محفوظ ہیں۔

حجت:وہ محدث کہلائے گا جو فن کی معلومات وتحقیقات میں اتنا عالی مقام رکھتا ہو کہ وہ کسی حدیث کی تحقیق کی نسبت سے جو کچھ کہہ دے اس کے ہم عصر اس کو تسلیم کرلیں۔

فصل 9: اصول حدیث میں احناف کی تصنیفات

حضرات احناف کثر اللہ سوادھم نے اپنے اصول حدیث زیادہ تر اصول فقہ کے "باب السنۃ" میں بیان کیے ہیں، کیونکہ "باب السنۃ" میں جو اصول مذکور ہیں وہی ان کے اصول حدیث ہیں، اس کے باوجود کئی ایک حضرات نے اس اصولوں کو مستقل تصنیف میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ ذیل میں ان کی چند تصنیفات کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱: "جواھر الاصول فی علم حدیث الرسول" امام علامہ ابو الفیض محمد بن محمد بن علی الفارسی الھَرَوی (م ۸۳۱ھ)

۲: "العالی الرتبۃ فی شرح نظم النخبۃ" امام و محدث تقی الدین ابو العباس احمد بن محمد الشُّمُنِّی (م ۸۷۲ھ)

۳: "القول المُبْتَکَر حاشیۃ نخبۃ الفِکَر" امام و محقق ابو العدل قاسم بن قطلوبغا الحنفی (م ۸۷۹ھ)

۴: "قَفْوُ الاثر فی صَفْوِ علوم الاثر" امام علامہ رضی الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن یوسف الحنفی المعروف بابن الحنبلی (م ۹۷۱ھ)

وھذا اجود ما أُلِّف حول اصول الحدیث للحنفیۃ۔

۵: "شرح شرح نخبۃ الفِکَر" اور "توضیح المبانی و تنقیح المعانی" علامہ ابو الحسن علی بن سلطان بن محمد القاری المعروف بملا علی القاری (م ۱۰۱۴ھ)

۶: "امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر" قاضی محمد اکرم بن عبد الرحمان النصر پوری السندھی

۷: "بھجۃ النظری شرح نخبۃ الفکر" ابو الحسن الصغیر غلام حسین بن محمد ادق السندھی م 1187ھ

۸: "کوثر النبی وظلال حوضۃ الروی" علامہ عبد العزیز بن احمد حامد القرشی الفرہاروی م 1239ھ

۹: "ظفر الامانی شرح مختصر اللشریف اللجرجانی" علامہ عبد الحئ لکھنوی م 1304ھ

۱۰: "عمدۃ الاصول فی حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" مولوی محمد شاہ الہندی

۱۱: "مقدمہ فتح الملہم" شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ م 1369

۱۲: "قواعد فی علوم الحدیث" شیخ الاسلام ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ

۱۳: "ابن ماجہ اور علم حدیث" محقق العصر مولانا عبد الرشید النعمانی رحمہ اللہ

فصل 10: اس فن کی مشہور اور اہم کتب

1: المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، ابو محمد حسن الدامہرمزی م 360

2: المستخرج علی معرفۃ علوم الحدیث (ابو نعیم الاحمد اصفہانی م 430ھ)

3: معرفت علوم الحدیث (ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری م 405)

4: الکفایہ فی علوم الروایۃ، ابو بکر احمد الخطیب البغدادی م 463ھ

5: العلماء الی معرفۃ اصول الروایۃ وتقیید السماع، قاضی عیاض مالکی م 544ھ

6: مالا یسع المحدث جھلہ، ابو حفص میاں جی م 580ھ

7: علوم الحدیث: ابو عمرو عثمانی الشہروزی المعروف بابن الصلاح م 463

8: التقریر والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر والنذیر، محی الدین یحیٰ بن زکریا النووی الشافعی م 676ھ

9: تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، علامہ جلال الدین عبد الرحمان السیوطی، م 911ھ

10: نظم الدرر فی علم الاثر، علامہ زین الدین عبد الرحیم العراقی

فائدہ: کتاب الغیتہ العراقی کے نام سے مشہور ہے اور منظوم ہے خود مصنف رحمہ اللہ نے اس کی دو شرح لکھیں ہیں۔

11: فتح المغیث فی شرح الفقیہ الحدیث، علامہ محمد بن عبد الرحمان السخاوی م902ھ

فائدہ: الفیہ کی عمدہ شروحات میں سے ایک شرح یہ ہی ہے۔

12: نخبۃ الفکر فی مستند اہل الاثر، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م852ھ

فائدہ: نخبۃ الفکر کی شرح خود مصنف نے نزہۃ النظر کے نام سے ہی لکھی ہے۔

13: توصیۃ النظر، شیخ طاہر الجزائری م1337ھ

14: قواعد الحدیث، علامہ غلام محمد جمال دین القاسمی م1332ھ

15: تیسیر مصطلح الحدیث، علامہ محمود الطحان)